

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اشارات

آٹھ ماہ کی جبری بندش کے بعد اللہ تعالیٰ نے جماعت اسلامی کی بجالی کے بالکل غیب سے سامان پیدا کر کے اُسے پھر ایک بار میدانِ عمل میں اترنے کا موقع فراہم کر دیا۔
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاَنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاَلَيْهِ النُّشُوْرُ - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ . لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيْرٌ - سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا
 حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ - رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ
 خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ -

منعم حقیقی کی اس رحمت بے پایاں کا ہم جس قدر شکریہ ادا کریں، اُسی قدر کم ہے لفظ
 کا کوئی ڈھانچہ ہمارے دلی جذبات کے اظہار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہم اس مالک الملک کی بے حد
 حساب عنایات کے شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہمیں ہماری ساری خامیوں اور کوتاہیوں کے
 باوجود اپنے دین کی خدمت اور چاکری کا موقع مہیا فرمایا ہے۔

یوں تو جماعت کی تشکیل سے پہلے ہی جب اس کا ابھی ارادہ ہی کیا گیا تھا مختلف
 حلقوں کی طرف سے اس کے موقف کے بارے میں کئی قسم کے بے جا خدشات اور بدگمانیوں
 کا اظہار کیا گیا لیکن چند سالوں سے اس کے بارے میں غلط فہمیوں کے جو طوفان اٹھائے
 جا رہے ہیں ان کی بنا پر ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم اس کے مقصد اور طریق کار کے متعلق

وقتاً فوقتاً وضاحت کرتے رہیں تاکہ اس کے کارکن اور اس کے بھی خواہ اس تلامذہ خیر فضا میں اُن مقدس غزائم اور نیک آرزوؤں کو نظر انداز نہ کرنے پائیں جن کی تکمیل کے لیے جماعت اسلامی کو قائم کیا گیا ہے۔ دوسرے وہ سلیم الفطرت حضرات جو ضد اور چڑ کے جذبات میں بہک کر نہیں بلکہ محض غلط پراپیگنڈے کا شکار ہو کر اس کی مخالفت کرنے میں مصروف ہیں۔ انہیں سوچنے سمجھنے اور حالات کو صحیح طور پر جانچنے کی دعوت دی جائے۔

ہم اپنے خالق و مالک، اس کے فرشتوں، اس کی پوری کائنات اور ساری نوع بشری کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے قیام کا مقصد بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو اور قیامت کے روز جب ہم اُس کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں تو وہ مالک اور مالک یوم الدین ہمیں اپنا اطاعت گزار سمجھ کر ہم سے انتہائی نرمی اور شفقت کا بڑاؤ کرے۔ یہ ہماری دعوت بھی ہے اور ہماری آرزو بھی۔ ہم اسی ایک مقصد کے حصول کے لیے جمع ہوئے ہیں اور اسی کے لیے اپنی بساط کے مطابق جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمیں اس امر کا بھی پوری طرح اعتراف ہے کہ یہ عظیم اور بلند مقصد جس قسم کے اخلاص، جس نوعیت کے ایثار اور جس طرح کی مضبوط سیرت و کردار کا تقاضا ہے، ہم اس کے تقاضوں کو کسی اعتبار سے بھی پورا نہیں کرتے۔ ہماری ہمتیں پست، ہمارے ارادے مترنزل، ہمارے ایمان ناقص ہیں۔ ہمیں یہ سب کچھ تسلیم ہے لیکن اپنی ان سب کوتاہیوں کے اعتراف اور ان پر اظہارِ ندامت کے باوجود یہ بات کسی جذبہ فخر سے نہیں بلکہ محض تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم رب العالمین کے دین کو اس دنیا میں غالب کرنے کا عزمِ صمیم رکھتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ لوگ اس مقصد کی رفعت اور اس کے حصول کی دشواریوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے، جب ہماری تہی دستی پر نظر ڈالیں تو ہماری اس جسارت پر خندہ زن ہوں، اور اسے چھوٹا منہ اور بڑی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہمارا خالق ہماری حقیر سی سعی کو ہر شرفِ قبولیت بخشے گا اور اس کی

یہ حد و حساب رحمت اپنے دامن میں ہماری ساری خامیوں کو ڈھانپ لیگی اور دنیا اور آخرت میں ہمیں فائز المرام کرے گی۔ ہماری یہ جسارت جو اپنے مزاج اور نوعیت کے اعتبار سے مصر کی اُس روایتی بڑھیا کی حوصلہ مندی سے ملتی جلتی ہے جس نے موت کی انٹی کے عوض حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کا غم کیا تھا ہمیشہ نفرت و تحارت کی متحی نہیں سمجھی گئی بلکہ بسا اوقات قادر مطلق نے اسی طرح کی معصوم اور سادہ تمناؤں کی، جن کے پیچھے مادی وسائل کی غیر معمولی کمی ہوتی ہے، تکمیل کر کے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا اظہار کیا ہے۔ آخر ابرہہ بن الاسلم کے ہاتھوں کی ننھی ننھی چڑیوں کے ہاتھوں تباہی اسی دنیا کے واقعات میں سے ہے۔

لوگ ہم سے بار بار پوچھتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ ان کے جواب میں ہم نے بار بار ایک بات ہی کہی ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ - (ال عمران - ۱۵)

یہ ہے ہماری دعوت کا مرکزی نکتہ۔ ہم اس بات پر نچتے یقین رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق و مالک ہی تنہا عبادت کا مستحق ہے۔ اور جو انسان اس معقول طرز عمل کو چھوڑ کر کوئی دوسری روش اختیار کرتا ہے وہ باغی اور خائن ہے۔ یہ بات انسانی عقل و فکر کے خلاف ہے کہ کوئی شخص مالک الملک کی بادشاہت میں رہے، اُس کے خزانوں سے بھر پور فائدہ اٹھائے، مگر عبادت کے لیے قوم، نسل، وطن، پیچھے کی مورتیوں یا اپنی خواہشات کو منتخب کرے۔ اللہ حقیقت وہی ہے جس نے ہمیں اور ہمارے ارد گرد بھیلی ہوئی ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور جس کی قدرت ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ جس کی حاکمیت اور فرمانروائی صرف اس عالم آب و گل تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کے ماوراء تمام عالموں پر پوری طرح محیط ہے۔

پھر ہم نوع بشری کو اس بات کی بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ عبادت سے وہی مفہوم لے جو صحیح فطری اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ جب ایک انسان یہ تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اُس کا خالق و مالک، اس کا کارساز حقیقی، اس کا رب، اس کا آقا و فرمانروا ہے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ قادرِ مطلق کے سامنے ہی سر نیاز خم کرے، اسی کا شکر گزار ہو، اسی سے دعائیں مانگے اور اسی کے حضور میں محبت و عقیدت کے نذرانے پیش کرے۔ پھر وہ جب اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ خدا ہی اُس کا مالک و آقا ہے تو اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ وہ پوری زندگی اسی کا بندہ اور غلام بن کر رہے، اسی دلی غلامی کے علاوہ کو جبر و اکراہ کے ساتھ نہیں بلکہ پوری خوش دلی کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال لے۔ اُس کا رویہ کسی خود مختار اور غیر مسئول فرد کا نہ ہو بلکہ اُس شخص کا سا ہو جو پروردگارِ عالم کی غلامی کو اپنا سرمایہ حیات اور ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔

اسی طرح خدا کو واحد فرمانروا ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ انسان اُسی کے حکم کی بلا چون چرا اطاعت اور اسی کے قانون کی پیروی کرے۔ نہ خود اپنا حکمراں بنے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْآمَرُ۔ جب مطلق اسی مالک الملک کی ہے تو امر بھی اسی کا ہے۔ سروری اُسی ذاتِ بے ہمتا کو زب و تنی ہے۔ اُس قادرِ مطلق کے علاوہ اس کے سارے وعوید ارجھوٹے ہیں۔ اس نے اپنی خلق کو دوسروں کی کبریائی تسلیم کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں اپنی من مانی کا رواٹیاں کرتے رہیں اور نہ ہی اُس نے مخلوق کو یہ آزادی دی ہے کہ وہ اپنے مالک کی منشا اور مرضی کے بغیر جو چاہتے کرتی پھرے۔

اسلام میں عبادت کا لفظ محض پوجا پاٹ کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ لفظ پرستش، اطاعت اور فرمانبرداری، بندگی اور غلامی سب پر حاوی ہے۔ ایک انسان جب اپنے معبودِ حقیقی کے ساتھ ژٹشہ عبودیت استوار کرتا ہے تو وہ جملہ خود مختاریوں سے دستبردار یوں ہو کر اپنی پوری

زندگی اُس کے حوالے کر دیتا ہے۔ اُسی کے سامنے اپنی جبینِ نیاز جھکا کر اپنی بندگی کا اظہار اپنی کم مائیگی اور کمزوری کا اعتراف کرتا ہے، پھر اُسی کے بتائے ہوئے حق و صداقت کے راستے پر گامزن ہو کر اپنی وفاداری اور عقیدت کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اس کے حیاتِ آفریں قوانین کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کر کے نہ صرف اپنی فلاح پاتا ہے بلکہ ملکِ ملک کی حکمت کی شہادت دیتا ہے۔

رب السموات والارض کی بندگی اور اطاعت گزاری کوئی جزوقتی شغل نہیں بلکہ ایک ایسا مقدس ہمہ وقتی کام ہے جس سے ہم ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہو سکتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ - فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاذْكُرُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس اچکی ہیں، اگر ان کو پا لینے کے بعد تم نے غرض کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و داناست ہے۔

(البقرہ-۲۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ حقیقت پوری طرح واضح کر دی ہے کہ اسلام انسان سے مکمل اطاعت اور پوری فرمانبرداری کا تقاضا کرتا ہے اور یہ اطاعت کسی استثنا اور تحفظ کے بغیر حیاتِ انسانی کے ہر شعبے میں ہونی چاہیے۔ یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کے مالکِ خالقِ حاکم، فرمانروا اور رب ہونے کا زبان سے اقرار کرتے ہو، تو پھر تمہارے نظریات، تمہارے علوم، تمہارے طور طریقے، تمہارے معاملات اور تمہارے سعی و عمل کے راستے سب کے سب بالکل تابعِ اسلام ہونے چاہئیں۔ اللہ تمہارا تمہارے معابد ہی میں معبود نہیں بلکہ معیشت و معاشرت، سیاست و قانون، تہذیب و تمدن میں تمہارا مطاع ہے۔ زندگی کے جس گوشے میں بھی تم اُس کی

ہدایات کو پس پشت ڈال کر کسی اور کی پیروی اختیار کر گئے تو وہ درحقیقت شیطان کی پیروی ہوگی۔

ایمان ایک مابعد الطبیعیاتی عقیدہ نہیں بلکہ ایک مومن کی پوری زندگی، اس کے جسم و جان، اس کی جسمانی اور دماغی صلاحیتوں اور اس کے سارے ذرائع و وسائل کا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سودا ہے۔ یہ ایک معاہدہ ہے جس کی زو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے اس وعدے کو قبول کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں وہ اسے فائز المرام کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنْ الْمُؤْمِنِیْنَ
الْاَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمْ الْجَنَّةَ۔
حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے
نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے

پس (التوبہ - ۱۳)

یہ بیع زندگی کے کسی ایک حصے کی نہیں بلکہ پوری زندگی کی ہے۔ اس میں اس کی جان، اس کا جسم اور ان دونوں کی ترغیبات اور ان کے تعلقات شامل ہیں پھر اپنے نفس سے ہٹ کر خارجی زندگی میں اس کے پاس جو کچھ موجود ہے اس کے حقوق مالکانہ صرف مالک کو ہی حاصل ہیں۔ اس کی اپنی حیثیت جسم و جان اور مال متاع کے مالک کی نہیں بلکہ امین کی ہے اور وہ اس امانت سے اپنی منشا کے مطابق نہیں بلکہ اس کے اصل مالک کی مرضی کے مطابق ہی فائدہ اٹھانے کا مجاز ہے اور اگر وہ دیانت کی اس روش کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے تحت اس میں تصرف کرتا ہے تو وہ خیانت کا ترکب ہوتا ہے۔

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لیے اس نے حیات انسانی کی فطری وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے احکام صادر فرمائے ہیں۔ وہ زندگی کے مختلف شعبوں کے درمیان تفریق بلکہ تضاد پیدا کرنے کی بجائے انہیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرتا

ہے۔ وہ انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ جس بلند و برتر ذات کو تو نے اپنی نماز اور پریشانی میں اللہ تسلیم کیا ہے اُسے زندگی کے ہر میدان میں اپنا مطاع مان لے۔ تمہاری زندگی کا کوئی گوشہ بلکہ تمہارے قلب و دماغ کا کوئی ریشہ ایسا نہ ہونا چاہیے جس پر اُس قادرِ مطلق کی اطاعت کی گہری چھاپ نہ ہو۔ اپنے آقا و مولا سے تمہاری عجز و نیاز کی باتیں، اس کے حضور میں نذرانہ عقیدت و محبت، اس کے در پر جبیں ساقی اور پھر اُس کی مخلوق کے ساتھ تمہارے گونا گوں تعلقات اور روابط سب تمہارے بنیادی تصورِ حیات یعنی ایمان کے رُخِ زیبہ کے عکس ہونے چاہئیں۔ جب تک تمہاری حیات کے مختلف گوشے ایک ہی نور سے منور نہیں ہوتے، اس وقت تک تمہاری زندگی کی فطری وحدت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ چیز عقل و فہم کے خلاف ہے کہ تمہارا ضمیر اور وجدان تو ایمان باللہ کی روشنی سے جگمگا رہا ہو لیکن تمہاری معیشت اور سیاست، تمہاری تہذیب اور معاشرت کو طاعون نے اپنے تسلط کی وجہ سے ظلمت کے بنا کر رکھ دیا ہو۔

حق اپنے مزاج کے اعتبار سے سزا پا تو حیدری ہے اور وہ اپنے ساتھ باطل کی کسی معمولی سے معمولی آمیزش کو گوارا نہیں کر سکتا۔ حق کا نور جب کسی شخص کے قلب و دماغ پر اپنی حیات آفرین کنیں بھیرتا ہے تو باطل کی تاریکیاں آن واحد میں اپنے ڈراؤنے پروں کو سمیٹ لیتی ہیں۔ کیونکہ انہیں اس کی ضیا پاشیوں کے سامنے ایک لمحہ کے لیے بھی ٹھہرنے کی سمیت نہیں ہو سکتی۔ جو دل حق کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو اس میں باطل کسی صورت بھی راہ نہیں پاسکتا۔ کیونکہ حق مغلوب و مغتوج ہونے، یا باطل کے ساتھ مصالحتیں اور معاہدے کرنے کے لیے نہیں آتا بلکہ باطل کا یکسر قلع قمع کر کے اپنی مکمل عملداری قائم کرنے کے لیے آتا ہے۔

وَقَدْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اور اعلان کر دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی ازل سے ستیرہ کار رہا ہے اور حق نے کبھی ایک لمحہ کے

یہ بھی یہ گوارا نہیں کیا کہ زندگی کے کسی میدان میں بھی جہاں اس کا نور پھیل رہا ہے وہاں وہ پل کے شرارے کو آزادی کے ساتھ بھڑکنے کا موقع دے۔

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار رہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار رہو۔

يُؤَيِّدُ زَيْنَ اَنْ يُطْفِئُوْا نُوْرًا لِّلّٰهِ
يَا فَوَاْهِهْمُ وَيَا بِيْ اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُقَيِّمَ نُوْرًا
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ - هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ يَبْلُغُهٗ
عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ
(التوبہ - ۵)

اسلام کا نور مسجدوں کی محرابوں یا خانقاہوں کے حجرہوں میں سمٹ کر رہنے کے لیے نہیں آیا بلکہ اعداء کی ساری یورشوں اور باطل کی اٹھاتی ہوئی آندھیوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور کفر و شرک کی تاریکیاں دور کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس نور کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے قلب و دماغ اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت سے روشن ہوں اور ان کے کسی گوشے میں بھی جاہلیت کا کوئی نقش باقی نہ رہے۔ لوگ تنگ نظری اور تعصب سے نجات حاصل کریں اور خدا کی کھلی ہوا اور روشنی میں سانس لینا سیکھیں۔ طاقتور انسانوں نے اپنی چالاکی اور عیاری سے جس طرح کمزور اور بے بس لوگوں پر اپنی جھوٹی خدائی قائم کر رکھی ہے اس کا خاتمہ ہو، دنیا سے فتنہ و فساد مٹے اور انسانیت اپنے خالق و مالک کو پہچان کر پوری آزادی کے ساتھ، بغیر کسی ادنیٰ مزاحمت کے، اس کی حاکمیت قبول کرے۔ عرب قاصدوں کو جب شاہ ایران کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اپنی جدوجہد کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے بڑے واضح الفاظ میں یہ کہا:

”ہم یہاں اس لیے آتے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر

اللہ کی بندگی میں داخل کریں، دنیا کی تنگی سے نجات دلا کر وسعت و کثافت کی راہ دکھائیں۔ ظلم و جور سے بچا کر عدل و انصاف کی فضا میں لائیں۔ بنی آدم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے اُن کے درمیان برادرانہ محبت قائم ہونی چاہیے۔ ہماری نظر میں انسانوں کے درمیان شریف مکین کی کوئی تقسیم صحیح نہیں ہم انسانوں کی خود ساختہ اونچ نیچ کے قائل نہیں۔ ہم ساری اولادِ آدم کو ایک ہی اصل کی شاخیں سمجھتے ہیں اور سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ ملک گیری اور کشور کشائی ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ اگر ہماری بات مان لی جائے تو ہم واپس لوٹ جائیں گے ۛ

اسلام میں حکومت و فرمانروائی بذات خود مطلوب و مقصود نہیں بلکہ اس دنیا میں خدا کی باوشابست قائم کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔ اس راہ میں ہر قسم کی مداخلتیں پیش آتی ہیں، ہر طرف سے مخالفتوں اور مخالفتوں کے طوفان اٹھائے جاتے ہیں لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش وہ لوگ رہے ہیں جنہوں نے خدا کی حاکمیت قائم کرنے کی بجائے اپنی کبر رانی کے ٹھاٹھ جھار رکھے ہوتے ہیں حکومت و حقیقت کسی قوم کی ساری قوتوں، اُس کے افراد کی صلاحیتوں اور اُس کے ذرائع و وسائل کا مرکز و محور ہوتی ہے۔ اس بنا پر جس فرد یا گروہ کے ہاتھ میں یہ آجائے وہ اس سے جس طرح چاہے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور قوم کو جس رنگ میں چاہے رنگنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ الناس علیٰ دینہم لکھم کوئی شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی انسانوں کو انسان کی غلامی سے نجات دلا کر خدا کی بندگی میں داخل کرنے کا عزم کیا انہیں اصحابِ اقتدار

نے سب سے زیادہ اپنے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنایا۔

ان پاکیزہ لوگوں کے خلاف جو فردِ مجرم ہمیشہ تیار ہوتی ہے اس میں سرِ فہرست یہ الزام رہا ہے کہ ان کی نیتیں ٹھیک نہیں۔ یہ اقتدار کے بھوکوں کا ایک ٹولہ ہے جو کسی مضبوط قیادت کو پریشان کر کے قوم کی سالمیت کو خطرہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ برسرِ اقتدار گروہ سے تخت چھین کر خود اس پر براجمان ہونے کے آرزو مند ہیں۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان لوگوں کے اس غلط پروپیگنڈہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے پاس جا کر یہ کہا کہ میں کائنات کے خالق و مالک کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرا منصب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں۔ میں تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیلِ ماموریت لے کر آیا ہوں، لہذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے (الاعراف - ۱۳)، تو فرعون اور اُس کے ساتھیوں نے اس مخبرِ صادق کی دعوت پر غور کرنے کی بجائے فوراً یہ کہا:

اِنَّ هٰذَا السَّاحِرُ عَلِيْمٌۢ بِدِيْدِ
اَنْ يَّخْرِجَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ فَمَا ذَا
تَأْمُرُوْنَ۔ (الاعراف - ۱۴)
یقیناً یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ تمہیں
تمہاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔
اب کہو کیا کہتے ہو۔

یعنی انہیں خدا کا پیغام سننے ہی فوراً اقتدار کے لالچ پڑ گئے لگے کہیں تخت و تاج ان سے چھین جائے۔

پیغمبر کی عظمت کو ٹھیس پہنچانے اور اس کی دعوت کا وزن کم کرنے کے لیے انہوں نے یہی حربہ کار گر سمجھا کہ کسی طرح لوگوں کے ذہنوں میں اس باطل خیال کی آبیاری کی جائے کہ حق و باطل کے درمیان آج جو کشمکش برپا ہے اُس کے پیچھے مقدس اصول اور پاکیزہ نظریات کام نہیں کر رہے بلکہ یہ محض اقتدار کے حصول کے لیے رسہ کشی ہے۔

قرآن مجید نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے اسی الزام کو الفاظ کے معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ کئی بار دہرایا ہے۔ چنانچہ سورۃ یونس میں مذکور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے جلیل القدر بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی دعوت سن کر اصحاب اقتدار سخت برہم ہوئے اور ان کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے کہا: تم اس لیے اٹھے ہو کہ تمہیں ملک میں بڑائی حاصل ہو جائے۔۔

نكون لکما الکبرياء فی الارض - یہی الزام حضرت عیسیٰ پر لگایا گیا کہ شخص یہودیوں کا بائبلنا چاہتا ہے۔ اسی شبہ کا اظہار حضرت نوح علیہ السلام کے سلسلے میں کیا گیا:

وَلَقَدْ أَوْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ
فَقَالَ يَقُومُوا عِبَادُ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِن
إِلَهِ غَيْرِهِ أَفَلَا تَتَّقُونَ فَقَالَ الْمَلَأُ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ
وَالْمُؤْمِنُونَ ۳۰

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے، کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ اس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ یہ شخص کچھ نہیں مگر ایک بشر تم جیسا ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سردارانِ قریش لوگوں کے اندر اسی نوعیت کی غلط فہمیاں پھیلاتے رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ ساری عمر دنیا اور اس کے مادی فوائد و لذائذ اور اس کی شان و شوکت ہی کے لیے اپنی جانیں کھپاتے رہتے ہیں۔ ان کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ کوئی گروہ محض اپنے مالک اور خالق کی رضا جوئی کے لیے اور اُسی کی حاکمیت قائم کرنے کیلئے جان و مال قربان کر سکتا ہے۔ وہ خود چونکہ اپنی کبریاوی کے حفظ و بقا کے لیے ہر طرح کے مکر و فریب سے کام لیتے ہیں اور عوام کو اپنے متعلق مختلف خوش فہمیوں میں گرفتار رکھنے کی غرض سے اصلاح کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں، اس لیے یہ مکاری اور